جب اصول آپ سے کچھ قربانی مانگیں

آپ کے اصول تبھی سچے ثابت ہوتے ہیں جب ان کی وجہ سے آپ کو اپنے آرام، لوگوں کی پسندیدگی یا اپنی انا کی قربانی دینی پڑے۔ سازگار حالات میں تو ہر کوئی اعلیٰ اقدار پر کاربند رہ سکتا ہے، لیکن کردار کا اصل امتحان تب ہوتا ہے جب وہ قربانی کا تقاضا کریں۔ اس سے پہلے کہ زندگی آپ کے اصولوں کا امتحان لے، آپ خود ان کا تعین کر لیں۔ لوگوں کے ردِ عمل کے بجائے اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو اپنی طاقت کا سرچشمہ بنائیں۔ دیانت داری کا ہر خاموش عمل محض ایک سماجی انتخاب نہیں، بلکہ ایک اعلیٰ پکار پر لبیک کہنا ہے۔

گویا اپنا دفاع کرتے ہوئے میرے منہ سے نکلا، "لیکن اگر میں نے اس پر عمل کیا تو لوگ مجھے ایک مشکل انسان سمجھیں گے۔ لوگ اسے پسند نہیں کریں گے۔ اس سے ماحول میں ایک بدمزگی اور کھچاؤ پیدا ہو جائے گا۔"

انھوں نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ انھوں نے کہا، "اصل بات ہی یہی ہے۔"

میں نے ان کی طرف دیکھا، اس الجھن کے ساتھ کہ کہیں میں نے غلط تو نہیں سمجھا۔ میں نے پوچھا، "آپ کا کیا مطلب ہے؟"

وہ لمحہ بھر کو رکے، پھر انھوں نے نرمی سے کہا، "اگر آپ کے اصولوں کی وجہ سے آپ کو کبھی کوئی قیمت نہیں چکانی پڑی، تو وہ اصول نہیں بلکہ محض آپ کی ترجیحات ہیں۔"

یہ بات میری توقع سے کہیں زیادہ گہری ضرب لگا گئی۔ ہم خود کو بااصول انسان سمجھنا پسند کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم سچائی، دیانت داری، انصاف اور ایمان کی قدر کرتے ہیں۔ ہم صحیح کام کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ دوسروں میں اس صفت کی تعریف کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے لیے بھی یہی نیت رکھتے ہیں۔ لیکن نیت کرنا اس وقت تک آسان ہوتا ہے جب تک اس کے لیے کوئی قیمت نہ چکانی پڑے۔ کیونکہ دیر یا بدیر، زندگی ایک ایسا موڑ پر لے آتی ہے جہاں کسی اصول پر قائم رہنے سے آپ دوسروں کی نظروں میں چھوٹے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آپ لوگوں کی تائید کھو دیں۔ ہو سکتا ہے آپ کا آرام و سکون چھن جائے۔ ہو سکتا ہے آپ کا مرتبہ داؤ پر لگ جائے، یا آپ کے تعلقات ہی ختم ہو جائیں۔ اور اسی لمحے، انسان کے اندر بہت خاموشی سے لیکن بہت واضح طور پر ایک کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ کسی سمجھوتے کی جانب جھکاؤ محسوس ہونے لگتا ہے۔ کیا یہاں واقعی کوئی موقف اپنانا ضروری ہے؟ کیا میں اس بار تھوڑی لچک نہیں دکھا سکتا؟ کیا یہ بات واقعی اتنی زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟

ظاہری طور پر یہ سوالات بہت معقول معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اکثر یہ سوالات نہیں ہوتے، بلکہ فرار کے راستے ہوتے ہیں۔

انھوں نے کہا، "اصولوں کا امتحان سازگار حالات میں نہیں ہوتا۔ ان کا امتحان تب ہوتا ہے جب وہ آپ کی انا کی قربانی مانگتے ہیں۔"

اس لفظ "انا" نے ہر چیز کو بالکل واضح کر دیا۔ کیونکہ اکثر جس چیز کو کھونے سے ہم ڈرتے ہیں، وہ کوئی بیرونی چیز نہیں ہوتی۔ وہ یہ خوف ہوتا ہے کہ لوگ ہمیں کیسے دیکھیں گے۔ ہمارا عکس، ہماری قبولیت، کسی گروہ میں ہمارا مقام۔ اور یہی وجہ ہے کہ سمجھوتہ کرنا اتنا پُرکشش معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ ہم صحیح اور غلط میں تمیز نہیں کر سکتے، بلکہ اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس کی قیمت کیا ہوگی۔

انھوں نے اس راہ کی مشکل سے انکار نہیں کیا۔ انھوں نے کہا، "یقیناً یہ بہت ناگوار محسوس ہوگا۔ آپ خود کو اکیلا اور بے سہارا محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو غلط سمجھا جائے اور لوگ اس پر شدید ردِ عمل دیں۔"

انھوں نے اس تلخ حقیقت کو نرم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

انھوں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "لیکن اگر آپ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ آپ کا اصول ہے، تو پھر آپ کو اس پر قائم رہنا ہوگا۔"

لفظ 'قائم رہنا' سننے سے کہیں زیادہ وزنی محسوس ہوا۔ کیونکہ قائم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ردِ عمل دیکھ کر اپنے موقف میں تبدیلی نہ کریں۔ جب حالات ناسازگار ہوں تو پیچھے نہ ہٹیں۔ اس لمحے کی ضرورت کے مطابق اپنی اقدار کا روپ نہ بدلیں۔ اس کا مطلب ہے وہیں ڈٹے رہنا، خواہ وہ کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو۔

میں نے ان سے ایک ایسی بات پوچھی جس نے مجھے ہمیشہ الجھن میں ڈالا تھا: "لیکن یہ طاقت آتی کہاں سے ہے؟ کیونکہ اس مخصوص لمحے میں تو ایسا لگتا ہی نہیں کہ میرے اندر کوئی طاقت موجود ہے۔"

انھوں نے فوراً جواب نہیں دیا۔ پھر کہا، "یہ یاد رکھنے سے کہ آخرکار آپ کی منزل کیا ہے۔"

میں پوری طرح سمجھ نہیں پایا۔

انھوں نے وضاحت کی: "اگر آپ کا مقصد لوگوں کو خوش کرنا ہے، تو ان کا ردِ عمل آپ کو اپنے قابو میں رکھے گا۔" یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی۔

انھوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا، "اگر آپ کا مقصد صرف اپنا آرام و سکون ہے، تو تکلیف آپ کو شکست دے دے گی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

انھوں نے کہا، "لیکن اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ ایک دن آپ نے اللہ کے حضور کھڑے ہونا ہے، تو ہر چیز بدل جاتی ہے۔" کیونکہ اب یہ سوال ہی نہیں رہتا کہ **لوگ میرے بارے میں کیا سوچیں گے؟** بلکہ سوال یہ بن جاتا ہے کہ **میں اللہ کے سامنے کیا پیش کروں گا؟** اور جب اس زاویے سے دیکھا جائے، تو بہت سے چھوٹے چھوٹے خوف اپنی گرفت کھو دیتے ہیں۔

پھر انھوں نے ایک بہت ہی عملی بات کی طرف اشارہ کیا: "دو چیزیں آپ کی مدد کریں گی۔" میں نے پوری توجہ سے سنا۔

"پہلی چیز استقامت، اور دوسری چیز دعا۔"

میں کسی زیادہ پیچیدہ بات کی توقع کر رہا تھا، لیکن انھوں نے اسے بہت سادہ رکھا۔

انھوں نے کہا، "استقامت کا مطلب ہے کہ آپ پہلے ہی فیصلہ کر چکے ہیں۔"

یہ ایک انتہائی اہم نقطہ تھا۔

آپ فیصلے کے لیے اس مخصوص لمحے کا انتظار نہیں کرتے۔ کیونکہ اس لمحے جذبات کا ہجوم ہوتا ہے، دباؤ شدید ہوتا ہے اور فکری وضاحت مفقود ہوتی ہے۔ آپ پہلے ہی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ **مجھے کیسا انسان بننا ہے اور مجھے کس چیز کے ساتھ کھڑے ہونا ہے۔** اور پھر، جب وہ صورتِ حال سامنے آتی ہے، تو آپ اپنے وقتی جذبات کے تحت عمل نہیں کرتے، بلکہ اس انتخاب پر عمل کرتے ہیں جو آپ پہلے ہی کر چکے ہوتے ہیں۔

انھوں نے ایک ایسی بات کہی جو سچی بھی تھی اور دل کو ہلکا کرنے والی بھی: "ہاں، ہو سکتا ہے آپ کچھ کھو دیں۔ آپ کی انا کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے لوگ اسے پسند نہ کریں۔ آپ خود کو تنہا محسوس کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ سب اس امتحان کا حصہ ہے۔"

دوسری چیز جس کا انھوں نے ذکر کیا، وہ دعا تھی۔ اور یہاں ان کا لہجہ بدل گیا۔

انھوں نے کہا، "اللہ کے ساتھ تعلق کے بغیر، استقامت بہت مشکل ہو جاتی ہے۔" یہ ایک ایسا تجربہ تھا جس سے میں گزرا تو تھا لیکن کبھی اسے لفظوں کا روپ نہیں دے پایا تھا۔

کیونکہ جب آپ صرف اپنی ذاتی طاقت پر بھروسا کرتے ہیں، تو وہ جواب دے جاتی ہے۔ لیکن جب آپ بار بار اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، جب آپ سجدہ کرتے ہیں، جب آپ اپنی عاجزی اور ضرورت کا اعتراف کرتے ہیں، تو اندر کا منظرنامہ بدل جاتا ہے۔ آپ کو یاد دلایا جاتا ہے کہ آپ اکیلے نہیں کھڑے ہیں۔ آپ کی کوشش دیکھی جا رہی ہے۔ آپ کی جدوجہد کی اہمیت ہے۔ دیانت داری کے آپ کے یہ چھوٹے چھوٹے اقدامات بے معنی نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا، "یہ اللہ سے آپ کی ملاقات کا حصہ ہیں۔"

یہ جملہ میرے دل میں بیٹھ گیا۔ **اللہ سے آپ کی ملاقات۔**

انھوں نے ایک ایسی تصویر کشی کی جو آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہے: "تصور کریں کہ جب بھی آپ اپنے کسی اصول پر عمل کرتے ہیں، تو آپ ایک پکار کا جواب دے رہے ہوتے ہیں۔ وہ پکار لوگوں کی طرف سے نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جب آپ لبیک کہتے ہیں، جب آپ مضبوطی سے کھڑے ہوتے ہیں، جب آپ حق کا انتخاب کرتے ہیں، تو آپ ایک طرح سے کہہ رہے ہوتے ہیں: **باری تعالیٰ! میں نے تیری پکار سنی اور میں حاضر ہو گیا۔** یہ احساس اس عمل کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ پھر وہ محض ایک سماجی فیصلہ نہیں رہتا، بلکہ ایک روحانی جواب بن جاتا ہے۔"

مجھے اپنی زندگی کا ایک چھوٹا سا واقعہ یاد آیا۔ ایک محفل میں گفتگو کا رخ ایک ایسے موضوع کی طرف مڑ گیا جو ناگوار تھا، اور میں اس سے متفق نہیں تھا۔ وہ کوئی بہت بڑی یا ڈرامائی بات نہیں تھی؛ بس ان عام حالات میں سے ایک تھا جہاں خاموش رہنا سب سے آسان ہوتا ہے۔ میں نے اپنے اندر ایک ہچکچاہٹ محسوس کی۔ اگر میں بولا تو محفل کا رنگ خراب ہوگا، اگر خاموش رہا تو یہ وقت گزر جائے گا۔ ماضی میں شاید میں خاموشی کا انتخاب کر لیتا، لیکن اس دن کچھ مختلف تھا۔ میں نے کوئی بحث نہیں کی، نہ ہی کوئی تقریر کی۔ میں نے بس سادگی سے کہا، "میں اس گفتگو میں شامل ہو کر کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہا۔"

وہاں ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ کمرے کا ماحول تھوڑا بدل گیا۔ چند نظریں مجھ پر اٹھیں، اور پھر گفتگو کا رخ بدل گیا۔ وہ ایک معمولی سا لمحہ تھا، لیکن میرے دل پر نقش ہو گیا۔ اس لیے نہیں کہ دوسروں نے کیا کیا، بلکہ اس لیے کہ میں نے کیا کیا۔

تب میں سمجھا کہ ان کا کیا مطلب تھا۔ اصولوں کا امتحان ہمیشہ بڑے اور ڈرامائی حالات میں نہیں ہوتا۔ ان کا امتحان چھوٹے اور عام روزمرہ کے لمحوں میں ہوتا ہے۔ ایسے لمحے جن میں شاید کسی کو یاد بھی نہ رہے کہ آپ نے کیا کیا تھا، لیکن آپ کو یاد رہے گا۔ اور شاید اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ—اللہ کو یاد رہے گا۔

آخر میں، انھوں نے بات کو دوبارہ ایک سادہ نکتے پر لا کر سمیٹا۔ انھوں نے کہا، "اپنی زندگی کو اس جواب کا عکس بنا لیں۔" اللہ کی پکار پر لبیک کہنے کا عکس—یہ ضروری نہیں کہ آپ سے کوئی غلطی نہ ہو یا آپ کامل ہوں، لیکن اس پر قائم رہنا ضروری ہے۔

اب جب بھی میں وہ ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہوں، جب خود کو حالات کے سانچے میں ڈھالنے، تکلیف سے بچنے یا اپنی ساکھ کی حفاظت کرنے کا جھکاؤ پیدا ہوتا ہے، تو میں خود کو ان کی وہ بات یاد دلاتا ہوں جو انھوں نے بالکل شروع میں کہی تھی۔

اگر اس کی کوئی قیمت نہیں چکانی پڑی، تو وہ اصول نہیں ہے۔ اور اگر وہ واقعی کوئی اصول ہے، تو پھر اس پر ڈٹ جانا ہی بہترین عمل ہے۔